

حسین میراحسین تیراحسین رب کا حسین سب کا (حصہ اول)

<?xml encoding="UTF-8?">

جب ہم احساسات کی نگاہ سے دیکھتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ مسلمانوں میں امام حسین کے نام کی خاصیت اور حقیقت و معرفت یہ ہے کہ یہ نام دلربائے قلوب ہے اور مقناطیس کی مانند دلوں کو اپنی طرف کھینچتا ہے۔ البتہ مسلمانوں میں بہت سے ایسے افراد بھی ہیں جو ایسے نہیں ہیں اور امام حسین کی معرفت و شناخت سے بے بہرہ ہیں، دوسری طرف ایسے افراد بھی پائے جاتے ہیں جن کا شمار اہل بیعت میں بھی نہیں ہوتا لیکن اُن کے درمیان بہت سے ایسے افراد ہیں کہ حسین ابن علی کا نام سنتے ہی اُن کی آنکھوں سے اشکوں کا سیلاب جاری ہو جاتا ہے۔ خداوند عالم نے امام حسین کے نام میبایسی تاثیر رکھی ہے کہ جب اُن کا نام لیا جاتا ہے تو دل و جان پر ایک روحانی کیفیت طاری ہو جاتی ہے ۔

جو کربلا کی اندھیری راتوں میں روشنی ہے حسین وہ ہے
شہادتوں کے سفر کا حاصل جو زندگی ہے حسین وہ ہے
گلاب میں جو لہو کی خوشبو سے تازگی ہے حسین وہ ہے
بزیرِ خنجر جو ایک پیاسے کی بندگی ہے حسین وہ ہے
حسین میرا، حسین تیرا، حسین سب کا
حسین حیدر کا، مصطفیٰ کا، حسین رب کا
(صفدر ہمدانی)

اسم گرامی : حسین (ع)

لقب : سید الشهداء۔ اس کے علاوہ سید و سبط اصغر، شہید اکبر، اور سید الشهداء زیادہ مشہور ہیں۔ علامہ محمد بن طلحہ شافعی کا بیان ہے کہ سبط اور سید خود رسول کریم کے معین کردہ القاب ہیں (مطالب السؤل ص 312)

-

کنیت : ابو عبد اللہ

والد کا نام : علی (ع)

والدہ کا نام : فاطمہ زہرا (ع)

تاریخ ولادت : 3 شعبان 4ھ

جائے ولادت : مدینہ منورہ

مدت امامت : 12 سال

عمر : 57 سال

تاریخ شہادت : 10 / محرم الحرام 61ھ

شہادت کا سبب: یزید ابن معاویہ کے حکم سے شہید کیے گئے

روضہ اقدس : کربلائے معلیٰ

اولاد کی تعداد: 4 بیٹے اور 2 بیٹیاں
بیٹوں کے نام: علی اکبر، علی اوسط، جعفر، عبد اللہ (علی اصغر)
بیٹیوں کے نام: سکینہ، فاطمہ

خدا کے پیارے نبی کے پیارے علی کے پیارے حسین آئے
ہوا نے سورج کو دی مبارک براں کے پارے حسین آئے
زمین خوشی سے تھرک رہی تھی تھے رقصاں تارے حسین آئے
شفق، صدف، روشنی، ہوائیں سبھی پکارے حسین آئے
(صفدر ہمدانی)

ابھی آپ کی ولادت نہ ہونے پائی تھی کہ بروایتی ام الفضل بنت حارث نے خواب میبیکھا کہ رسول کریم کے جسم کا ایک ٹکڑا کاٹ کران کی آغوش میں رکھا گیا ہے اس خواب سے وہ بہت گھبرائیں اور دوڑی ہوئی رسول کریم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض پرداز ہوئیں کہ حضور آج ایک بہت برا خواب دیکھا ہے۔ حضرت نے خواب سن کر مسکراتے ہوئے فرمایا کہ یہ خواب تونہایت ہی عمدہ ہے۔ اے ام الفضل کی تعبیر یہ ہے کہ میری بیٹی فاطمہ کے بطن سے عنقریب ایک بچہ پیدا ہو گا جو تمہاری آغوش میں پرورش پائے گا۔

ہجرت کے چوتھے سال تیسری شعبان پنجشنبہ کے دن آپ کی ولادت ہوئی۔ اس خوشخبری کو سن کر جناب رسالت ماب تشریف لائے، بیٹے کو گود میں لیا، دائیں کان میاذان اور بائیں کان میں اقامت کہی اور اپنی زبان منہ میں دی۔ پیغمبر کا مقدس لعاب دھن حسین علیہ السلام کی غذا بنا۔ ساتویں دن عقیقہ کیا گیا۔ آپ کی پیدائش سے تمام خاندان میں خوشی اور مسرت محسوس کی جارہی تھی مگر آنے والے حالات کا علم پیغمبر کی آنکھوں سے آنسو بن کر بہتا تھا۔

نشو و نما پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گود میں جو اسلام کی تربیت کا گہوارہ تھی اب دن بھر دو بچوں کی پرورش ہونے لگی ایک حسن دوسرے حسین اور اس طرح ان دونوں کا اور اسلام کا ایک ہی گہوارہ تھا جس میں دونوں پروان چڑھ رہے تھے۔ ایک طرف پیغمبر اسلام جن کی زندگی کا مقصد ہی اخلاق انسانی کی تکمیل تھی اور دوسری طرف حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام جو اپنے عمل سے خدا کے محبوب تھے تیسری طرف حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا جو خواتین کے طبقہ میں پیغمبر کی رسالت کو عملی طور پر پہنچانے کے لیے ہی قدرت کی طرف سے پیدا ہوئی تھیں، اس نورانی ماحول میں حسین کی پرورش ہوئی۔

رسول کی محبت

حضرت محمد مصطفیٰ (ص) اپنے دونوں نواسوں کے ساتھ انتہائی محبت فرماتے تھے، سینہ پر بٹھاتے تھے، کاندھوں پر چڑھاتے تھے اور مسلمانوں کو تاکید فرماتے تھے کہ ان سے محبت رکھو۔ مگر چھوٹے نواسے کے ساتھ آپ کی محبت کے انداز کچھ خاص امتیاز رکھتے تھے۔

ایسا ہوا ہے کہ نماز میں سجدہ کی حالت میں حسین پشت مبارک پر آگئے تو سجدہ میں طول دے دیا اور جب بچہ خود سے بخوشی پشت پر سے علیحدہ ہو گیا اس وقت سر سجدے سے اٹھایا اور کبھی خطبہ پڑھتے ہوئے حسین مسجد کے دروازے سے داخل ہونے لگے اور زمین پر گر گئے تو رسول نے اپنا خطبہ قطع کر دیا منبر سے اتر کر بچے کو زمین سے اٹھایا اور پھر منبر پر تشریف لے گئے اور مسلمانوں کو متنبہ کیا کہ دیکھو یہ حسین ہے اسے خوب پہچان لو اور اس کی فضیلت کو یاد رکھو رسول (ص) نے حسین علیہ السلام کے لیے یہ الفاظ بھی خاص طور سے فرمائے تھے کہ حسین مجھ سے اور میں حسین سے ہوں۔ مستقبل نے بتادیا کہ رسول کا مطلب یہ تھا کہ میرا نام اور کام دنیا میں حسین کی بدولت قائم رہے گا۔

جنت کے کپڑے اور فرزند ان رسول کی عید

امام حسن اور امام حسین کا بچپنا ہے عید آنے والی ہے اور ان اسخیائے عالم کے گھر میں نئے کپڑے کا کیا ذکر پرانے کپڑے نہیں ہے۔ بچوں نے ماں کے گلے میں بانہیں ڈال دیں مادر گرامی اطفال مدینہ عید کے دن زرق برق کپڑے پہن کر نکلیں گے اور ہمارے پاس بالکل لباس نونہیں ہے ہم کس طرح عید منائیں گے ماں نے کہا بچو گھبراؤ نہیں، تمہارے کپڑے درزی لائے گا عید کی رات آئی بچوں نے ماں سے پھر کپڑوں کا تقاضا کیا، ماں نے وہی جواب دے کر نونہالوں کو خاموش کر دیا۔

ابھی صبح نہیں ہونے پائی تھی کہ ایک شخص نے دق الباب کیا، دروازہ کھٹکھٹایا فضہ دروازہ پر گئیں ایک شخص نے ایک بچہ لباس دیا، فضہ نے سیدہ عالم کی خدمت میں اسے پیش کیا اب جو کھولتا تو اس میں دو چھوٹے چھوٹے عمامے دو قبائیں، دو عبائیں غرضیکہ تمام ضروری کپڑے موجود تھے ماں کا دل باغ باغ ہو گیا وہ تو سمجھ گئیں کہ یہ کپڑے جنت سے آئے ہیں لیکن منہ سے کچھ نہیں کہا بچوں کو جگایا کپڑے دئیے صبح ہوئی بچوں نے جب کپڑوں کے رنگ کی طرف توجہ کی تو کہا مادر گرامی یہ تو سفید کپڑے ہیں اطفال مدینہ رنگین کپڑے پہننے ہوں گے، امام جان ہمیں رنگین کپڑے چاہئیں۔

حضور انور کو اطلاع ملی، تشریف لائے، فرمایا گھبراؤ نہیں تمہارے کپڑے ابھی ابھی رنگین ہو جائیں گے اتنے میں جبرائیل آفتابہ لیے ہوئے آ پہنچے انہوں نے پانی ڈالا محمد مصطفیٰ کے ارادے سے کپڑے سبز اور سرخ ہو گئے سبز جوڑا حسن نے پہنا سرخ جوڑا حسین نے زیبتن کیا، ماں نے گلے لگا لیا باپ نے بوسے دئیے نانا نے اپنی پشت پر سوار کر کے مہار کے بدلے زلفیں ہاتھوں میں دیدیں اور کہا، میرے بچو، رسالت کی باگدور تمہارے ہاتھوں میں ہے جدھر چاہو موڑ دو اور جہاں چاہو چلو (روضہ الشہداء ص 189 بحار الانوار)۔

بعض علماء کا کہنا ہے کہ سرور کائنات بچوں کو پشت پر بٹھا کر دونوں ہاتھوں اور پیروں سے چلنے لگے اور بچوں کی فرمائش پر اونٹ کیا وازمنہ سے نکالنے لگے (کشف المحجوب)۔

امام حسین کا سردار جنت ہونا

یغمبر اسلام کی یہ حدیث مسلمات اور متواترات سے ہے کہ ”الحسن و الحسین سیدا شباب اہل الجنہ و ابوہما خیر منہما“ حسن اور حسین جوانان جنت کے سرداریں اور ان کے پدر بزرگواران دنوں سے بہتر ہیں (ابن ماجہ) صحابی رسول جناب حذیفہ ہیمانی کا بیان ہے کہ میں نے ایک دن سرور کائنات صلعم کو بے انتہا مسرور دیکھ کر پوچھا حضور، افراط مسرت کی کیا وجہ ہے فرمایا اے حذیفہ آج ایک ایسا ملک نازل ہوا ہے جو میرے پاس اس سے قبل کبھی نہیں آیا تھا اس نے مجھے میرے بچوں کی سرداری جنت پر مبارک دی ہے اور کہا ہے کہ ”ان فاطمہ سیدہ نساء اہل الجنہ وان الحسن والحسین سیدا شباب اہل الجنہ“ فاطمہ جنت کی عورتوں کی سرداریں اور حسنین جنت کے مردوں کے سرداریں (کنز العمال جلد 7 ص 107، تاریخ الخلفاء 123، اسد الغابہ ص 12، اصابہ جلد 2 ص 12، ترمذی شریف، مطالب السؤل ص 242 صواعق محرقہ ص 114)۔

رسول کی وفات کے بعد امام حسین علیہ السلام کی عمر ابھی چھ سال ہی کی تھی جب انتہائی محبت کرنے والے نانا کاسایہ سر سے اٹھ گیا۔ اب پچیس برس تک حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی خانہ نشینی کا دور تھا۔ اس زمانہ کے طرح طرح کے ناگوار حالات امام حسین علیہ السلام دیکھتے رہے اور اپنے والد بزرگوار کی سیرت کا بھی مطالعہ فرماتے رہے۔

یہ وہی دور تھا جس میں آپ نے جوانی کے حدود میں قدم رکھا اور پھر شباب کی منزلوں کو طے کیا۔ 35ھ میں جب حسین کی عمر 31 برس کی تھی عام مسلمانوں نے حضرت علی ابن ابی طالب علیہما السلام کو بحیثیت خلیفہ اسلام تسلیم کیا۔ یہ امیر المومنین علیہ السلام کی زندگی کے آخری پانچ سال تھے جن میں جمل، صفین اور نہروان کی جنگ ہوئی اور امام حسین علیہ السلام ان میں اپنے بزرگ مرتبہ باپ کی نصرت اور حمایت میں شریک ہوئے اور شجاعت کے جوہر بھید کھلائے 40ھ میں جناب امیر علیہ السلام مسجد کوفہ میں شہید ہوئے۔

اور اب امامت و خلافت کی ذمہ داریاں امام حسن علیہ السلام کے سپرد ہوئیں جو حضرت امام حسین علیہ السلام کے بڑے بھائی تھے۔ حسین علیہ السلام نے ایک با وفا اور اطاعت شعار بھائی کی طرح حسن علیہ السلام کا ساتھ دیا اور جب امام حسن علیہ السلام نے اپنے شرائط کے ماتحت جن سے اسلامی مفاد محفوظ رہ سکے معاویہ کے ساتھ صلح کر لی تو امام حسین علیہ السلام بھی اس مصلحت پر راضی ہو گئے اور خاموشی اور گوشہ نشینی کے ساتھ عبادت اور شریعت کی تعلیم و اشاعت میں مصروف رہے مگر معاویہ نے ان شرائط کو جو امام حسن علیہ السلام کے ساتھ ہوئے تھے بالکل پورا نہ کیا بلکہ امام حسن علیہ السلام کو زہر کے ذریعہ شہید بھی کرا دیا۔

حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام کے شیعوں کو چن چن کے قید کیا گیا، سر قلم کئے گئے اور سولی پر چڑھایا گیا اور سب سے آخر میں اس شرط کے بالکل خلاف کہ معاویہ کو اپنے بعد کسی کو جانشین مقرر کرنے کا حق نہ ہو گا معاویہ نے یزید کو اپنے بعد کے لئے ولیعہد بنا دیا۔ تمام مسلمانوں سے اس کی بیعت حاصل کرنے کی کوشش کی اور زور و زور دونوں طاقتوں کو کام میں لا کر دنیائے اسلام کے بڑے حصے کا سر جھکا دیا گیا۔

امام حسین کا دورانِ جوانی

پیغمبر اکرم کی وفات کے بعد سے امیر المومنین کی شہادت تک کا پچیس سالہ دور ہے۔ اس میں یہ شخصیت، جوان، رشید، عالم اور شجاع ہے، جنگوں میں آگے آگے ہے، عالم اسلام کے بڑے بڑے کاموں میں حصہ لیتا ہے اور اسلامی معاشرے کے تمام مسلمان اس کی عظمت و بزرگی سے واقف ہیں۔ جب بھی کسی جواد و سخی کا نام آتا ہے تو سب کی نگاہیں اسی پر مرکوز ہوتی ہیں، مکہ و مدینے کے مسلمانوں میں، ہر فضیلت میں اور جہاں جہاں اسلام کا نور پہنچا، یہ ہستی خورشید کی مانند جگمگا رہی ہے، سب ہی اُس کا احترام کرتے ہیں، خلفائے راشدین بھی امام حسن اور امام حسین کا احترام کرتے ہیں، ان دونوں کی عظمت و بزرگی کے قوالاً و عملاً قائل ہیں، ان دونوں کے نام نہایت احترام اور عظمت سے لیے جاتے ہیں، اپنے زمانے کے بے مثل و نظیر جوان اور سب کے نزدیک قابل احترام۔ اگر اُنہی ایام میں کوئی یہ کہتا کہ یہی جوان (کہ جس کی آج تمانتی تعظیم کر رہے ہو) کل اسی امت کے ہاتھوں قتل کیا جائے گا تو شاید کوئی یقین نہ کرتا۔

امام حسین کا دورانِ غربت

سید الشہدا کی حیات کا تیسرا دور، امیر المومنین کی شہادت کے بعد کا دور ہے، یعنی اہل بیت کی غربت و تنہائی کا دور۔ امیر المومنین کی شہادت کے بعد امام حسن اور امام حسین مدینے تشریف لے آئے۔ حضرت علی کی شہادت کے بعد امام حسین بیس سال تک تمام مسلمانوں کے معنوی امام رہے اور آپ تمام مسلمانوں میں ایک بزرگ مفتی کی حیثیت سے سب کیلئے قابل احترام تھے۔ آپ عالم اسلام میں داخل ہوئے والو کی توجہ کا مرکز، اُن کی تعلیم و تربیت کا محور اور اہل بیت سے اظہار عقیدت و محبت رکھنے والے معنوی امام اس لحاظ سے کہ امیر المومنین کی شہادت کے بعد امامت، امام حسن کو منتقل ہوئی اور آپ کی شہادت کے بعد امامت، امام حسین کو منتقل ہوئی۔ امام حسن کی امامت کا زمانہ یا امام حسین کی اپنی امامت کا دور، دونوں زمانوں میں امام حسین ۲۰ سال تک تمام مسلمانوں کے معنوی امام رہے۔ (مترجم)

اخلاق و اوصاف امام حسین

علیہ السلام سلسلہ امامت کی تیسری فرد اور عصمت و طہارت کا باقاعدہ مجسمہ تھے۔ آپ کی عبادت، آپ کے زہد، آپ کی سخاوت اور آپ کے کمال اخلاق کے دوست و دشمن سب ہی قائل تھے۔ آپ نے پچیس حج پایادہ کئے۔ آپ میں سخاوت اور شجاعت کی صفت کو خود رسول اللہ نے بچپن میں ایسا نمایاں پایا کہ فرمایا ”حسین میں میری سخاوت اور میری جرأت ہے“۔ چنانچہ آپ کے دروازے پر مسافروں اور حاجتمندوں کا سلسلہ برابر قائم رہتا تھا اور کوئی سائل محروم واپس نہیں ہوتا تھا۔

اسی وجہ سے آپ کا لقب ابوالمساکین ہو گیا تھا۔ راتوں کو روٹیوں اور کھجوروں کے پشتارے اپنی پیٹھ پر اٹھا کر لے جاتے تھے اور غریب محتاج بیواؤں اور یتیم بچوں کو پہنچاتے تھے جن کے نشان پشت مبارک پر پڑ گئے تھے۔ حضرت ہمیشہ فرمایا کرتے تھے کہ ”جب کسی صاحبِ ضرورت نے تمہارے سامنے سوال کے لئے ہاتھ پھیلا دیا تو گویا اس نے اپنی عزت تمہارے ہاتھ بیچ ڈالی۔ اب تمہارا فرض یہ ہے کہ تم اسے خالی ہاتھ واپس نہ کرو، کم سے کم اپنی ہی عزت نفس کا خیال کرو۔“

غلام و باور کنیزوں کے ساتھ آپ عزیزوں کا سا برتاؤ کرتے تھے۔ ذرا ذرا سی بات پر آپ انہیں آزاد کر دیتے تھے۔ آپ کے علمی کمالات کے سامنے دنیا کا سر جھکا ہوا تھا۔ مذہبی مسائل اور اہم مشکلات میں آپ کی طرف رجوع کیا جاتا تھا۔ آپ رحم دل ایسے تھے کہ دشمنوں پر بھی وقت آنے پر رحم کھاتے تھے اور ایثار ایسا تھا کہ اپنی ضرورت کو نظر انداز کر کے دوسروں کی ضرورت کو پورا کرتے تھے۔

ان تمام بلند صفات کے ساتھ متواضع اور منکسر ایسے تھے کہ راستے میں چند مساکین بیٹھے ہوئے اپنے بھیک کے ٹکڑے کھا رہے تھے اور آپ کو پکار کر کھانے میں شرکت کی دعوت دی تو حضرت فوراً زمین پر بیٹھ گئے۔ اگرچہ کھانے میں شرکت نہیں فرمائی اس بناء پر کہ صدقہ آل محمد پر حرام ہے مگر ان کے پاس بیٹھنے میں کوئی عذر نہیں ہوا۔

اس خاکساری کے باوجود آپ کی بلندی مرتبہ کا یہ اثر تھا کہ جس مجمع میں آپ تشریف فرما ہوتے تھے لوگ نگاہ اٹھا کر بات بھی نہیں کرتے تھے۔ جو لوگ آپ کے خاندان کے مخالف تھے وہ بھی آپ کی بلندی مرتبہ کے قائل تھے۔

ایک مرتبہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے حاکم شام معاویہ کو ایک سخت خط لکھا جس میں اس کے اعمال و افعال اور سیاسی حرکات پر نکتہ چینی کی تھی۔ اس خط کو پڑھ کر معاویہ کو بڑی تکلیف محسوس ہوئی۔ پاس بیٹھنے والے خوشامدیوں نے کہا کہ آپ بھی اتنا ہی سخت خط کا جواب لکھئیے۔ معاویہ نے کہا، ”میں جو کچھ لکھوں گا وہ اگر غلط ہو تو اس سے کوئی نتیجہ نہیں اور اگر صحیح لکھنا چاہوں تو بخدا حسین میں مجھے ڈھونڈنے سے بھی کوئی عیب نہیں ملتا۔“

آپ کی اخلاقی جرأت، راست بازی اور راست کرداری، قوتِ اقدام، جوشِ عمل اور ثباتِ واستقلال، صبر و برداشت کی تصویریں کربلا کے مرقع میں محفوظ ہیں۔

ان سب کے ساتھ آپ کی امن پسندی یہ تھی کہ آخر وقت تک دشمن سے صلح کرنے کی کوشش جاری رکھی مگر عزم وہ تھا کہ جان دے دی مگر جو صحیح راستہ پہلے دناختیار کر لیا تھا اس سے ایک انچ نہ ہٹے۔ آپ نے بحیثیت ایک سردار کے کربلا میں ایک پوری جماعت کی قیادت کی اس طرح کہ اپنے وقت میں وہ اطاعت بھی بے مثل اور دوسرے وقت میں یہ قیادت بھی لاجواب تھی۔

دین میں ہونے والی تحریفات سے مقابلہ امام حسین کی عبادت اور حرم پیغمبر میں آپ کا اعتکاف اور آپ کی معنوی ریاضت اور سیر و سلوک؛ سب امام حسین کی حیات مبارک کا ایک رُخ ہے۔ آپ کی زندگی کا دوسرا رُخ علم اور تعلیمات اسلامی کے فروغ میں آپ کی خدمات اور تحریفات سے مقابلہ کیے جانے سے عبارت ہے۔

اُس زمانے میں ہونے والی تحریف دیندرحقیقت اسلام کیلئے ایک بہت بڑی آفت و بلا تھی کہ جس نے برائیوں کے سیلاب کی مانند پورے اسلامی معاشرے کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ جب اسلامی سلطنت کے شہروں، ممالک اور مسلمان قوموں کے درمیان اسبات کی تاکید کی جاتی تھی کہ اسلام کی سب سے عظیم ترین شخصیت پر لعن اور سب و شتم کریں۔

اگر کسی پر الزام ہوتا کہ یہ امیر المومنین کی ولایت و امامت کا طرفدار اور حمایتی ہے تو اُس کے خلاف قانونی کارروائی کی جاتی، ”الْقَتْلُ بِالظَّنِّ وَالْأَخْذُ بِالتُّهْمَةِ“، (صرف اس گمان و خیال کی بنا پر کہ یہ امیر المومنین کا حمایتی ہے، قتل کر دیا جاتا اور صرف الزام کی وجہ سے اُس کا مال و دولت لوٹ لیا جاتا اور بیت المال سے اُس کا وظیفہ بند کر دیا جاتا)۔

ان دشوار حالات میں امام حسین ایک مضبوط چٹان کی مانند جمے رہے اور آپ نے تیز اور برندہ تلوار کی مانند دین پر پڑے ہوئے تحریفات کے تمام پردوں کو چاک کر دیا، (میدان منی میں) آپ کا وہ مشہور و معروف خطبہ اور علما سے آپ کے ارشادات یہ سب تاریخ میں محفوظ رہا اور اس بات کی عکاسی کرتے ہیں کہ امام حسین اس سلسلے میں کتنی بڑی تحریک کے روح رواں تھے۔

امر بالمعروف و نہی عن المنکر

آپ نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر بھی وسیع پیمانے پر انجام دیا اور یہاں وہ نہی، معاویہ کے نام آپ کے خط کی صورت میں تاریخ کے اوراق کی ایک ناقابل انکار حقیقت اور قابل دید حصہ ہیں۔ آپ کا وہ عظیم الشان خط اور آپ کا مجاہدانہ اور دلیرانہ انداز سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر انجام دینا دراصل یزید کے سلطنت پر قابض ہونے سے لے کر مدینے سے کربلا کیلئے آپ کی روانگی تک کے عرصے پر مشتمل ہے۔ اس دوران آپ کے تمام اقدامات، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر تھے۔ آپ خود فرماتے ہیں کہ ”أُرِيدُ أَنْ أَمُرَ بِالْمَعْرُوفِ وَأَنْهَى عَنِ الْمُنْكَرِ“، ”میں نیکی کا حکم دینا اور برائی سے منع کرنا چاہتا ہوں۔“

زندگی کے تین میدانوں میں امام حسین کی جدوجہد

امام حسین اپنی انفرادی زندگی - تہذیب نفس اور تقویٰ میں بھی اتنی بڑی تحریک کے روح رواں ہیں اور ساتھ ساتھ ثقافتی میدان میں بھی تحریفات سے مقابلہ، احکام الہی کی ترویج و اشاعت، شاگردوں اور عظیم الشان انسانوں کی تربیت کو بھی انجام دیتے ہیں نیز سیاسی میدان میں بھی کہ جو اُن کے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے عبارت ہے، عظیم جدوجہد اور تحریک کے پرچم کو بھی خود بلند کرتے ہیں۔ یہ عظیم انسان انفرادی، ثقافتی اور سیاسی زندگی میں بھی اپنی خود سازی میں مصروف عمل ہے۔

اب ہم واقعہ کربلا کی طرف رُخ کرتے ہیں۔ واقعہ کربلا ایک جہت سے بہت اہم واقعہ ہے اور خود یہ مسئلہ اُن

افراد کیلئے درس ہے کہ جو امام حسین کو اپنا آئیڈیل قرار دیتے ہیں۔

واقعہ کربلا آدھے دن یا اس سے تھوڑی سی زیادہ مدت پر محیط ہے اور اُس میں بہتر (۷۲) کے قریب افراد شہید ہوئے ہیں۔ دنیا میں اور بھی سینکڑوں شہدا ہیں لیکن واقعہ کربلا نے اپنی مختصر مدت اور شہدا کی ایک مختصر سی جماعت کے ساتھ اتنی عظمت حاصل کی ہے اور حق بھی یہی ہے ؛ واقعہ کربلا روح اور معنی کے لحاظ سے اہمیت کا حامل ہے۔

آوازہ یا حسین کا پھر نینوا میں ہے
شبیر تیرے خون کی خوشبو ہوا میں ہے
چہلم کی شان سے ہے پریشان یزیدِ وقت
زینب تری دعا کا اثر کا اثر کربلا میں ہے
(صفر ہمدانی)

روح کربلا

واقعہ کربلا کی روح و حقیقت یہ ہے کہ امام حسین اِس واقعہ میں ایک لشکر یا انسانوں کی ایک گروہ کے مد مقابل نہیں تھے، ہرچند کہ وہ تعداد میں امام حسین کے چند سو برابر تھے، بلکہ آپ انحراف و ظلمات کی ایک دنیا کے مد مقابل کھڑے تھے اور اِس واقعہ کی یہی بات قابل اہمیت ہے۔ سالار شہیدان اُس وقت کج روی، ظلمت اور ظلم کی ایک پوری دنیا کے مقابلے میں کھڑے تھے اور یہ پوری دنیا تمام مادی اسباب و سائل کی مالک تھی یعنی مال و دولت، طاقت، شعر، کتاب، جھوٹے راوی اور درباری ملا، سب ہی اُس کے ساتھ تھے اور جہان ظلم و ظلمت اور انحراف کی یہی چیزیں دوسروں کی وحشت کا سبب بنی ہوئی تھیں۔

ایک معمولی انسان یا اُس سے ذرا بڑھ کر ایک اور انسان کا بدن اُس دنیا ئے ظلمت و ظلم کی ظاہری حشمت، شان و شوکت اور رعب و دبدبہ کو دیکھ کر لرز اٹھتا تھا لیکن یہ سرور شہیداں تھے کہ آپ کے قدم و قلب اُس جہان شر کے مقابلے میں ہرگز نہیں لرزے، آپ میں کسی بھی قسم کا ضعف و کمزوری نہیں آئی اور نہ ہی آپ نے (اپنی راہ کے حق اور مدمقابل گروہ کے باطل ہونے میں) کسی قسم کا شک و تردید کیا، (جب آپ نے انحرافات اور ظلم و زیادتی کا مشاہدہ کیا تو) آپ فوراً میدان میں اتر آئے۔ اس واقعہ کی عظمت کا پہلو یہی ہے کہ اس میں خالصتاً خدا ہی کیلئے قیام کیا گیا تھا۔

”حُسَيْن مَنِّيْ وَ اَنَا مِنَ الْحُسَيْنِ“ کا معنی کربلا میں امام حسین کا کام بعثت میں آپ کے جد مطہر حضرت ختمی مرتبت کے کاموں سے قابل تشبیہ و قابل موازنہ ہے، یہ ہے حقیقت۔ جس طرح پیغمبر اکرم نے تنہا پوری ایک دنیا سے مقابلہ کیا تھا امام حسین بھی واقعہ کربلا میں جہانِ باطل کے مدمقابل تھے؛ حضرت رسول اکرم بھی ہرگز نہیں گھبرائے، راہ حق میں ثابت قدم رہے اور منزل کی جانب پیش قدمی کرتے رہے، اسی طرح سید الشہدا بھی نہیں گھبرائے، ثابت قدم رہے اور آپ نے دشمن کے مقابل آکر آنکھوں میں آنکھیں ڈال دیں۔ تحریک نبوی اور

تحریک حسینی کا محور و مرکز ایک ہی ہے اور دونوں ایک ہی جہت کی طرف گامزن تھے۔ یہ وہ مقام ہے کہ جہاں ”حُسَین مِنِّیْ وَأَنَا مِنَ الْحُسَینِ“ کا معنی سمجھ میں آتا ہے۔ یہ ہے امام حسین کے کام کی عظمت۔

قیام امام حسین کی عظمت!

امام حسین نے شب عاشور اپنے اصحاب و انصار سے فرمایا تھا کہ ”آپ سب چلے جائیے اور یہاں کوئی نہ رہے ، میں اپنی بیعت تم سب پر سے اٹھالیتا ہوں اور میرے اہل بیت کو بھی اپنی ساتھ لے جاؤ، کیونکہ یہ میرے خون کے پیاسے ہیں۔“ امام حسین کے یہ جملے اگر اُن کے اصحاب قبول بھی کر لیتے اور امام حسین یکتا و تنہا یا دس افراد کے ساتھ میدان میں رہ جاتے تو سید الشہدا کے کام کی عظمت کبھی کم نہیں ہوتی بلکہ ہمیشہ کی طرح اسی عظمت و اہمیت کے حامل ہوتے ۔

امام حسین کی عظمت و شجاعت

امام حسین کے کام کی عظمت یہ تھی کہ آپ نے ظالم و جابر، خلافت رسول ۰ کے مدعی اور انحراف کے پورے ایک جہان کے دباؤ کو قبول نہیں کیا۔ مدینے میں صحابہ کرام کی اچھی خاصی تعداد موجود تھی جنہوں نے واقعہ کربلا کے بعد مدینہ میں رونما ہونے والے واقعہ حرّہ میں مسلم ابن عقبہ کے قتل عام کے مقابلے میں ثابت قدمی کا مظاہرہ کیا اور جنگ کی ۔

لیکن امام حسین دوسری شجاعت کے مالک تھے، اس واقعہ کربلا کی عظمت کا پہلو یہ ہے کہ امام حسین ایک ایسی طاقت و قدرت کے مد مقابل سپہ پلائی ہوئی دیوار بن گئے کہ جو تمام مادی اسباب و وسائل کی مالک تھی۔

امام حسین کے دشمن کے پاس مال و دولت تھی ، وہ قدرت و طاقت کا مالک تھا، اسلحہ سے لیس سپاہی اس کی فوج میں شامل تھے اور ثقافتی و معاشرتی میدانوں کو فتح کرنے والے مبلغ و مروج اور مخلص افراد کا لشکر بھی اُس کے ساتھ تھا۔ کربلا قیامت تک پوری دنیا پر محیط ہے ، کربلا صرف میدان کربلا کے چند سو میٹر رقبے پر پھیلی ہوئی جگہ کا نام نہیں ہے۔ آج کی دنیائے استکبار و ظلم اسلامی جمہوریہ کے سامنے کھڑی ہے۔

نفس نفس علی علی زباں زباں حسین ہے
کہاں کوئی بتا سکا کہاں کہاں حسین ہے

کربلا کے بعد اب یہ فیصلہ ہو گیا
جہاں جہاں یزید ہے وہاں وہاں حسین ہے
(صفدر ہمدانی)

کربلا میں ورود

2 محرم الحرام 61 ھ بروز جمعرات کو امام حسین علیہ السلام وارد کربلا ہو گئے۔ واعظ کاشفی اور علامہ اربلی کا بیان ہے کہ جیسے ہی امام حسین (ع) نے زمین کربلا پر قدم رکھا زمین کر بلا زرد ہو گئی اور ایک ایسا غبار اٹھا جس سے آپ کے چہرہ مبارک پر پریشانی کے آثار نمایاں ہو گئے۔ یہ دیکھ کر اصحاب ڈر گئے اور جناب ام کلثوم رونے لگیں۔

صاحب مخزن البکا لکھتے ہیں کہ کربلا پر درود کے فوراً بعد جناب ام کلثوم نے امام حسین (ع) سے عرض کی، بھائی جان یہ کیسی زمین ہے کہ اس جگہ ہمارا دل دھل رہا ہے۔ امام حسین (ع) نے فرمایا بس یہ وہی مقام ہے جہاں بابا جان نے صفیں کے سفر میں خواب دیکھا تھا۔ یعنی یہ وہ جگہ ہے جہاں ہمارا خون بہے گا۔ کتاب مائتین میں ہے کہ اسی دن ایک صحابی نے ایک بیری کے درخت سے مسواک کے لیے شاخ کاٹی تو اس سے خون تازہ جاری ہو گیا۔

امام حسین (ع) کا خط اہل کوفہ کے نام

کربلا پہنچنے کے بعد آپ نے سب سے پہلے اتمام حجت کیلئے اہل کوفہ کے نام قیس ابن مسہر کے ذریعہ سے ایک خط ارسال فرمایا۔ جس میں آپ نے تحریر فرمایا کہ تمہاری دعوت پر میں کربلا تک آگیا ہوں الخ۔ قیس خط لیے جارہے تھے کہ راستے میں گرفتار کر لیے گئے۔ اور انہیں ابن زیاد کے سامنے کوفہ لے جاکر پیش کر دیا گیا۔ ابن زیاد نے خط مانگا۔ قیس نے بروایت چاک کر کے پھینک دیا اور بروایت اس خط کو کھا لیا ابن زیاد نے انہیں بضر تازیانہ شہید کر دیا۔

عبید اللہ ابن زیاد کا خط امام حسین (ع) کے نام

علامہ ابن طلحہ شافعی لکھتے ہیں کہ امام حسین (ع) کے کربلا پہنچنے کے بعد حرنے ابن زیاد کو آپ کی رسیدگی کربلا کی خبر دی۔ اس نے امام حسین (ع) کو فوراً ایک خط ارسال کیا۔ جس میں لکھا کہ مجھے یزید نے حکم دیا ہے کہ میں آپ سے اس کے لیے بیعت لے لوں، یا آپ کو قتل کر دوں۔ امام حسین (ع) نے اس خط کا جواب نہ دیا۔ اَلْقَاهُ مِنْ يَدِهِ اور اسے زمین پر پھینک دیا۔ اس کے بعد آپ نے محمد بن حنفیہ کو اپنے کربلا پہنچنے کی ایک خط کے ذریعہ سے اطلاع دی اور تحریر فرمایا کہ میں نے زندگی سے ہاتھ دھولیا ہے اور عنقریب عروس موت سے ہم کنار ہو جاؤں گا۔

جاری ہے

